قیمت سالانہ سے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۴۵ | ہر ہفتہ بروز جمعہ لودیانہ سے شایع ہوتا ہے - ۱۶ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۶

گلدستہ اخبار

لکھنؤ کی مسز نواب علی نے شکپور کے گرجے کی تعمیر کے لئے ایک سو پچاس روپیہ دیا ہے۔

ملکو فوج کی خود انکاری کی مہم سے ۱۹۱۷ء میں ۴،۲۷،۹ پونڈ کی بچت ہوئی۔

اس میں سے برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے لئے ایک ہزار پونڈ دیا گیا۔

گذشتہ سال امریکہ کی پریسبٹیرین یونیورسٹی نے میسوپوٹامیہ میں مسیحی کام کے لئے بارہ ہزار ڈالر دیئے ہیں۔

امسال کرسچن اینڈیور، ایپورتھ لیگ اور

سنڈے سکول کی متحدہ کنونشن ۱۵ سے ۱۸ نومبر تک ہوگی۔

این ایم ایس کا ماہواری رسالہ راوی ہے کہ ہندوستان میں ہر روز ۳۰۰ آدمی مسیحی ہوتے ہیں

راجپوتانہ پریسبٹیرین مشن نے تین پادری صاحبان کو فوجوں کے درمیان خدمت کرنے کے لئے عراق عرب میں بھیجا ہے۔

این ایم ایس کی کل آمدنی جنوری سے جون تک ۴۲۱۴۷ روپیہ ۸ آنہ ۸ پائی ہوئی۔

دھلی میں ۷ نومبر کو وائسریگل لاج میں والیان ریاست کے اعزاز میں ایٹ ہوم کی دعوت دی گئی

حضور والیسرائے ہند نے راو آف کچھ کو جی سی ایس آئی اور راجہ بلاسپور کو سی آئی ای کا خطاب عطا فرمایا

جودھوان، مرشدآباد، رنگپور، اور فریدپور کے

مسلمانوں نے ایک جلسہ کر کے ہوم رول سے بیزاری ظاہر کی ہے۔

خبر ہے کہ علاقہ بہار کے فسادات عید کا مقدمہ خاص عدالت میں ۵ نومبر کو پیش ہوگیا۔

خاص عدالت کے ممبر مسٹر الانسن سشن جج مسٹر ہیل بیرسٹر ایٹ لا اور رائے بہادر خوشتگار ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں۔

پہلا مقدمہ جو سماعت کے لئے عدالت میں پیش ہوا ۴ دیہات کے متعلق تھا جس میں ۳۸ ملزم تھے

ابتداءً مقدمہ میں مسٹر داس نے درخواست پیش کی کہ تھوڑی دیر کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیا جائے

ازاں بعد بحث ہو کر قرار پایا کہ مقدمہ کی افتتاح کل استغاثہ کی جانب سے ہو

دوسرے دن وکیل نے آٹھ ملزموں کو تہمت کافی نہ ہونے کی بنا پر رہا کرنے کی التجا کی۔

تار برقیات

فلسطین میں اتحادی پیشقدمی

لنڈن ۱۲ نومبر۔ مصر سے ایک سرکاری مراسلہ راوی ہے کہ وادیے سکاٹیر کے پیچھے جنوب مشرق سمت کو ترک اکٹھے ہو رہے ہیں جس سے وہ بیت لبرین اور لبرون کو گھیر لیں۔ ہماری سوار فوجیں الطینہ کی جانب آگے بڑھ گئی ہیں۔ سکاچ فوجوں نے رات کے وقت دشمن کے پہاڑ پر حملہ کر کے کلدار توپیں ہے لیں جنگی سامانوں کے بڑے بڑے ذخائر تاخت کرنے کے بعد دستیاب ہوئے ہیں۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ رائٹر کا کارسپانڈنٹ مقیمی مصری صدر مقامات۔ ۱۰ نومبر کو تار دیتا ہوا کہتا ہے کہ اس محاذ پر ہر روز ہماری کامیابی کی اہمیت اور زیادتی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر گھنٹے ہم اسیران جنگ گرفتار کرتے چلے جاتے ہیں۔ جبکہ ہم تعاقب کرتے ہوئے ابھی تک نانہ کے شمال میں ۳۰ میل نکل گئے ہیں۔ دشمن حرف شہر ہیروڈیش میں اڑ گیا جو وادی حسی کے شمال کی جانب ہے اور جہاں اس نے سکاچ فوجوں کے خلاف حملہ بالمقابل حملے کئے جو بائیں طرف قدرے پیچھے ہٹا دیئے گئے مگر یہاں بہت ہی جلد خندقیں واپس لے لی گئیں۔ اور ترک بھاری نقصان کے ساتھ پسپا ہو جانے پر مجبور ہو گئے۔ امپیریل سروس کیولری نے بھی دشمن کو بہت ہزیمت سے بھگا کر خوب جھاڑو پھیرا۔ دشمن نے ایک لمبی بحری توپ بیجانے کی سخت کوشش کی مگر اہل جہاز اور اس پر کی فوج ماری گئی اور وہ توپ اور بائیس آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ اگرچہ ترکوں کی بڑی فوج عین شمال کی جانب ہٹ گئی ہے تو بھی چھوٹی چھوٹی فوجیں تتیر دل کے جھوں کی طرح جابجا منتشر ہیں۔ اور یہ بھی بتدریج گھیری جا رہی ہیں۔

مغربی محاذ

لنڈن ۱۲ نومبر۔ ایک برٹش مراسلہ مظہر ہے کہ یپرس کے شمال مشرق میں دشمن کی گولہ باری ہو رہی تھی اور ایسا ہی شین بیک کے علاقہ میں بھی ہماری گولہ باری جاری ہے۔

ہوائی پروازی کے بارے میں سر ڈگلس ہیگ کہتا ہے کہ ہمارے بہت نیچے اڑنے والے ہوائی جہازوں نے اتوار کے روز دشمن کے توپ خانہ پر مشین گن سے حملہ کیا اور توپ خانہ کو خاموش کرا دیا ہم نے دشمن کا ایک ہوائی جہاز ہلاک کر دیا اور جہاز کو نیچے اتار لیا۔ ہمارا کوئی ہوائی جہاز گم نہیں ہوا۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ ایک برلن بے تار کا مراسلہ مظہر ہے کہ علاقہ دریائے لیپر میں اور موزنگاروں کے نزدیک سخت گولہ باری ہو رہی ہے۔

لنڈن ۱۳ نومبر۔ فرانسیسی مراسلہ مظہر ہے کہ ڈیسی ڈویم کے شمالی علاقہ میں۔ لیمی اور آسین کے درمیان اور شارم جنگل کے قطعہ دائرہ میں سخت گولہ باری ہو رہی ہے۔

لنڈن ۱۳ نومبر۔ اس سہ پہر کا سر ڈگلس ہیگ کا مراسلہ مظہر ہے کہ بلجیم کی فوج نے کل صبح گونیو یدٹ کے جنوب مشرق میں ایک کامیاب یورش کی۔ آرمنٹیرز کے شمال مشرق کے ایک مورچہ پر جو دشمن نے حملہ کیا تھا اس کو ہم نے پسپا کر دیا۔ اس صبح کے وقت یپرس کے شمال مشرق میں سخت گولہ باری ہوتی رہی۔

لنڈن ۱۳ نومبر۔ امیر البحر کہتا ہے کہ کل ہمارے ہوائی جہازوں نے ویلیسی بلجیم کے ہوائی جہازوں کے کارخانہ پر بم پھینکے۔ ہمارے طلائیوں نے کئی ایک بمگی اور دشمن کی ایک مشین پر گولہ باری کر کے اس میں آگ لگا دی اور وہ گر گیا۔

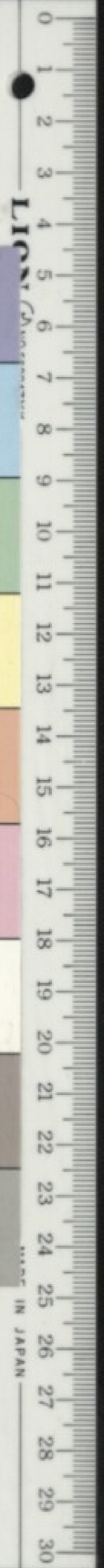
معاملات روس

لنڈن ۱۱ نومبر بے تار کی خبروں سے جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کاسکوں کی رجمنٹیں جو پیٹرو گراڈ میں مقیم ہیں وہ لیننیوں کے خلاف میناپسٹوں کے ساتھ مل گئی ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایم کرنسکی جو پیٹرو گراڈ کے نزدیک ہے۔ ہاں اس کے پاس دو لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی فوج ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لینن کی گورنمنٹ کا خاتمہ ہے۔ انہوں نے جنگ کے دونوں فریقوں کے پاس یہ لکھ بھیجا ہے کہ بغیر کسی قسم کے الحاقات یا تاوان کے صلح ہونی چاہیئے۔ اور جنگ میں تین مہینے تک التوا ہو تاکہ صلح کے بارے میں نامہ و پیام ہوتا رہے۔

لنڈن ۱۴ نومبر۔ اب تک جسقدر سرکاری خبریں دنیا کو پہونچتی رہیں وہ لیننیسٹوں کی جانب سے شائع ہوتی رہی تھیں۔ لیکن چونکہ ایم کیرنسکی نے منتشر سکو میلو کے طاقتور اور طویل طویل اسٹیشن جو بے تار کی خبر رسانی کے لئے بنا ہوا تھا لیننیسٹوں کو نکال دیا ہے تو اس سے اس نے معاملات پر زیادہ روشنی ڈالدی ہے کارسپانڈنٹوں کے تار بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ لیننیسٹوں کا جتھا دن بدن کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہر ایک شخص اس انتظاری میں ہے کہ کب کیرنسکی پیٹرو گراڈ میں داخل ہو گا





ایڈیٹوریل نوٹس

خدا کی بادشاہت یا اعلےٰ نیکی

(۲)

مگر خدا کی بادشاہت بحیثیت کامل اور پوری نیکی کے بھی اعلیٰ نیکی ہے۔یعنی وہ بادشاہت جس کے اندر کمال کُل مشتمل ہو۔آنے والے آسمانی جلال کے معنی ہیں آسمان کی بادشاہت سے وہ بادشاہت مراد ہے جس میں ہم نہ صرف ارسطو وغیرہ کی پُرمسرت زندگی ہی کا تصور کرتے ہیں جس میں اعلیٰ نیکی کمال اوج کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ خداوند کی دوسری آمد پر تمام چیزوں کے تکملہ کے وقت جبکہ نیا آسمان اور نئی زمین ہوگی جس میں راستبازی بسے گی۔جہاں خدا کا مسکن آدمیوں کے درمیان ہوگا اور جہاں پھر کبھی موت نہ ہوگی نہ غم نہ آہیں بھرنا کیونکہ پرانی چیزیں گذر گئیں۔آسمان کی بادشاہت یا خدا کی بادشاہت اس خلقت میں وہ حالت ہے۔جہاں ایمان اور امید کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔کیونکہ ایمان کا استکمال نظارہ اور دیدار میں اور امید کا استقلال اُس کے پورے ہوجانے میں مشتمل ہے۔مگر پیچھے صرف محبت ہی باقی رہ جاتی ہے۔

اگرچہ اس وقت خدا کی بادشاہت بحیثیت کامل نیکی ایک مستقبل شے ہے جو سب سے پہلے اُس وقت شروع ہوگی جبکہ یہ دنیا غائب ہوجائے گی۔ تاہم نسبتی معنی میں خدا کی بادشاہت کا بیان اس نہج پر ہوسکتا ہے کہ یہ ان زمینی حالتوں کے درمیان وہ کامل نیکی ہے یا مستقبل کا ایک علامتی نظارہ یا بدل ہے جہاں تک کہ خدا کی بادشاہت کی تعیین انسان کی طبعی زندگی کے اندر گھر کرچکی ہے۔تاکہ فطرت انسانی کو ارفع و انور کردے۔اُس کو آسمان کی بادشاہت کا مرکز بنا دے۔اس زمینی ہستی کے تعلقات میں الٰہی یگانگت پیدا کردے۔اس طرح ہم خدا کی بادشاہت کو تمام اخلاقاً نیک چیزوں کی کلیت یا خلاصہ متصور کرتے ہیں۔جو ان زمینی محدود ہستیوں کے اندر ایسی ساتھی کا امکان نہیں ہوسکتا جس میں تمام قسم کی اخلاقی چیزوں کا اجتماع بدرجہ اتم شامل ہو یعنی جس میں انسان کا ہر ایک مدعا اور عنصر یہ جزوی اور کل۔خاندانی جماعتی سلطنتی۔کلیسیائی فنون و علوم سب کچھ ایک ہی مقصد متصور پر ہم مرکز ہو۔اور وہ مدعا یا مقصود زمین پر خدا کی بادشاہت کا اعلیٰ تصور ہے۔خدا کی یہی بادشاہت وہ چیز ہے جو وہ ہم کو اس زمین ہی پر عطا فرماتا ہے۔جبکہ خدا کی بادشاہت جو آسمان میں ہوگی۔وہ اخلاق۔انتظار اور قبولیت کا مسئلہ یا کار اہم ہے۔تاکہ ہم خدا کے استقبال کے لئے تیار ہوں لیکن لاریب یہ امر بالضرور قابل تسلیم ہے کہ خدا کی بادشاہت کے زمینی تصور کا احساس صرف اعلےٰ تناسبات ہی کے تحت میں ہوسکتا ہے اور کہ خدا کی جو بادشاہت آسمان میں ہے اُس کے مقابل میں خدا کی اس بادشاہت کی حد سے زیادہ قدر نہ کرنا چاہیئے جو زمین پر ہے جس کے ذریعہ سے ہم اگرچہ کسی اور طریق یا کسی اور صورت میں ایک زمینی مسیح کی بابت یہودیوں کی غلطی کیطرف عود کرجائیں جب تک قدوسیت کی بادشاہت کے ساتھ ساتھ گناہ کی بادشاہت قائم ہے۔جبتک گرگیہوں میں کڑوے دانے موجود ہیں۔جب تک کہ موت خلقت میں حکمران ہے۔تب تک کامل نیکی کا احساس اپنے پورے معنی میں ہونا ناممکن ہے۔جبتک گناہ اور موت خلقت میں سے خارج کردیئے نہیں جاتے تب تک اس زمینی ہستی اور تمام انسانی کوششوں اور جدوجہد پر جا بجا شکستگی کے نقوش بنے رہیں گے ہستی کی اس سطح پر خدا کی بادشاہت کے جلالی چہرہ پر نقاب پڑا رہیگا۔ اور اگرچہ جہاں کہیں مسیحیت محدود زمانوں میں دنیا کی طاقت کو فتح کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔تو بھی کسی نہ کسی صورت میں وہ دُکھ اٹھارہی اور کشمکش میں پڑی ہوئی ہے۔اعلیٰ نیکی اپنے پورے اور اعلیٰ ترین معنی میں دنیا کی کامل موافقت کے ساتھ ہی ہو جہاں زوال کے عوض میں کمال تدریج آجاتا ہے۔

مشہور و معروف فیلسوف کانٹ کا یقین ہے کہ آزاد و مرضی ذولعقل ہستیوں کی بادشاہت میں خوبی اور خوشی کا اتحاد ہی اعلےٰ نیکی ہے۔اور چونکہ اُس نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ خوبی اور خوشی کا یہ اتحاد و اتصال جسکا عقل مطالبہ کرتی ہے۔موجودہ حالات میں محسوس نہیں ہوسکتا۔جہاں فطری بادشاہت کا میل آزادگی کی بادشاہت کیساتھ نہیں ہوسکتا۔اور نہ ہی قوانین قدرت کی یگانگت قوانین اخلاق کے ساتھ ہوتی ہے۔اس لئے اس اشیا کی آئندہ ترتیب کا ایک اصول موضوعہ قائم کیا ہے جس میں خوبی اور خوشی ایسے طور پر ملجائیں گی کہ فطرت کی بادشاہت (یا دنیا) اور آزادگی کی بادشاہت کا بھی آپس میں میل و موافقت پیدا ہوجائیگا۔امور آخرت کے اس اصول موضوعہ کے ذریعہ سے جس کے ساتھ کانٹ نے اپنے فلسفہ کا اختتام کیا ہے۔آخرکار اپنی عقل کے معیار اور تنقید میں اپنے تمام علم الٰہیات اور تعلیمات کا خاتمہ کردیا ہے۔وہ نیکی کی اصلیت کے بارے میں

اپنے یقین کے برخلاف اثبات پیش کرتا ہے۔ اگر فطرتی عالم اپنے آخری جلال کے لئے عمل نہ کرے اور روح وآزادگی کی تکمیل نہ ہو۔ یعنی اگر دنیا میں باہمی تناسبات اور موافقت پیدا نہ ہو سکے جس میں قدوسیت سب سے اعلیٰ اور سابق شے ہے جس کے ساتھ تمام دیگر امور موافقت اور مطابقت رکھتے ہیں اور اُن میں کسی قسم کی خلل اندازی نہیں ہوتی جیسی کہ موجودہ ہستی میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن جب اس نے یہ قرار دیا کہ خوبی اور خوشی کا اتحاد ہی اعلیٰ نیکی ہے تو ہمارے نقطۂ خیال کے مطابق آپ کی تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ قدوسیت اور ہمیشہ کی خوشی کا اتحاد ہی اعلیٰ نیکی ہے۔ کیونکہ خوبی اور خوشی نسبتی مدارج ہیں۔ اور اس طرح آنے والی دنیا میں ان نسبتوں کو داخل کرنے سے اعلیٰ نیکی صرف لامحدود تخمینہ یا رسائی میں ہو سکتی ہے۔ خوبی اور خوشی کے درمیان تناسبات کی کثرت میں وہ ہم کو لامحدود اور غیر معین ترقی کی جانب رجوع کرتا ہے۔ اور ہم اس اصلی غیر محدود یا کامل مبارکبادی کو پہنچ نہیں سکتے۔ جو انسان کو صرف مفت فضل ہی سے ملتی ہے۔

سوامی سندر سنگھ جی کہاں ہیں؟

ہمارے پاس متعدد بھائیوں اور بہنوں کے خطوط آئے ہیں۔ جن میں انہوں نے سوامی سندر سنگھ جی کی بابت دریافت کیا ہے کہ وہ آجکل کہاں ہیں؟ ہمیں بھی اُن کے ساتھ ملنے کا ازحد اشتیاق تھا کیونکہ مدت سے کوئی بات اُن کی معلوم نہ تھی۔ اس انتظاری میں رانچی واقعہ چھوٹا ناگپور سے ۳ ماہ حال کا لکھا ہوا خط ہمیں موصول ہوا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ میں بھی بفضل خدا پنجاب اور لکھنؤ کی خاص میٹنگوں سے فارغ ہو کر کانپور۔ الہ آباد مرزاپور۔ بنارس۔ گیا۔ بانکی پور۔ آسن سول اور پرولیا وغیرہ میں خدمت کرتا ہوا اب دو تین روز کے لئے رانچی (چھوٹا ناگپور) میں ہوں۔ پیر کے روز یہاں سے بلاسپور جاؤنگا اور پھر راستے پر ہوتا ہوا بڑے ناگپور جاؤنگا۔ وہاں بھی چند ایک خاص میٹنگوں میں کام کرونگا۔ اور پھر وہاں سے پونا اور کولھاپور اور مدراس کی کئی کلیساؤں نے دعوت دی ہے۔ اب کی میرا زیادہ وقت جنوبی ہندوستان میں صرف ہوگا۔ سیرین کرسچین جو کہ مقدس تھوما کے مسیحی کہلاتے ہیں ان کے میٹروپالیٹین بشپ اور کلیسیا کی طرف سے مجھے دعوت ملی ہے کہ میں چند عرصہ وہاں جاکر اُن کے درمیان خدمت کروں۔ وہ لوگ لکھتے ہیں کہ ۵۲ء سے ہماری کلیسیا قائم ہے۔ اور اس کی بنیاد خود ہندوستان کے رسول مقدس تھوما نے ڈالی تھی ۔۔۔۔۔۔۔

یہاں رانچی میں جرمن مشن کی بڑی بھاری جماعت ہے اتوار کی صبح اُن کے گرجہ میں وعظ کرونگا۔ کل علاقہ میں اس مشن کے متعلق قریباً ایک لاکھ مسیحی ہیں۔ ایک بات اُن لوگوں کی مجھے بہت پسند آئی مگر اور مسیحی بھی اُن کی تقلید کریں تو کیا خوب ہو اور وہ یہ ہے جب یہ لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہاتھ ملاتے وقت بجائے سلام کے یسوع سہائے اور یسوع کی بڑائی کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہندو لوگ رام رام یا سیتا رام یا واہ گورو جی کی فتح کہتے ہیں۔ اسی طرح یہاں کے مسیحی بجائے سلام یسوع کی بڑائی اور یسوع سہائے کہتے ہیں۔

آپ کا مستقل پتہ یہ ہے۔

معرفت مسٹر اے زہیر بی۔ اے لکھنؤ

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔

پاسٹر کی کلیسیا میں کیا حیثیت ہے؟

آجکل جن امور پر غور ملکی کلیسیا کے اندر ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک امر یہ ہے کہ پاسٹر کی کلیسیا کے اندر کیا حیثیت ہے؟ ہماری دانست میں جو حالت آجکل ہندوستان میں ہندوستانی کلیسیا کی ہے۔ وہی کلیسیا میں اس کے پاسبان کی ہے۔ کلیسیا کی حالت یہ ہے کہ ہماری بہت سی کلیسیا کی پرورش اور حکمرانی عموماً مشنوں سے ہوتی ہے۔ اور جن کلیسیاؤں کو سلف سپورٹنگ کلیسیائیں کہتے ہیں اُن کے بڑے ممبران بھی ملازمان مشن ہی ہیں۔ اور کلیسیائی امور کی بہ نسبت مشن کا اُن کو بہت سی لحاظ ہوتا ہے۔ کلیسیائی خدمات کی بہ نسبت مشن کے اختیار اور حکومت کا اُن کو زیادہ خیال ہوتا ہے۔ اور جو ممبران مشن کے ملازم نہیں ہیں وہ مسیحی خدمت میں بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ بالکل مستغنی رہتے ہیں کلیسیاؤں کا جو انتظام چرچ کمیٹیوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک طور پر مشن ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ چرچ کمیٹیوں کے ممبر اکثر مشن کے ملازم ہی ہوا کرتے ہیں۔ جب کلیسیا کے ممبران اور چرچ کونسلوں کے ممبران کی یہ حالت ہے تو نتیجتہً پاسٹر بھی ایک معنی میں مشن ہی کا ملازم ہے۔ کیونکہ اوّل تو اُس کی تنخواہ تقریباً سب کی سب مشن کے ملازموں ہی سے وصول کی جاتی ہے اور وہ کس طرح کلیسیا کا لیڈر نہیں ہو سکتا۔ مشن یا کلیسیا کے اندر اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور چونکہ مشن کے ملازمین سے اُس کی تنخواہ وصول کیجاتی ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ پاسٹر کام بھی ہماری مرضی ہی کے مطابق کرے اور وہ ہمارے اختیار میں ہی رہے۔ ہندوستانی کلیسیا میں اس کا کوئی مستقل قیام نہیں ہے۔

ہندوستانی کلیسیا جب چاہے اُسے برطرف کر سکتی ہے اور کوئی اس کے عذرات کا شنوا نہیں ہوتا۔ برعکس اس کے مشن کے ملازموں کی حالت یہ ہے کہ وہ مشن کے مستقل ملازم ہیں جو حتی الوسع مشن سے خارج نہیں کئے جا سکتے۔ جہاں کہیں ایسی کلیسیائیں ہیں جن میں مشن کے ملازم بکثرت ہوں تو اُس کلیسیا کو ہندوستان کی منسٹری کلیسیا بنانے میں پاسٹر کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وجہ اُس کی یہ ہے کہ ہندوستانی مسیحی جو بھی خدمات کر رہے ہیں وہ صرف مشن کے ملازم ہونے کی حیثیت سے کام کرتے ہیں نہ کہ ہندوستانی کلیسیا کے ممبر ہونے کی حیثیت سے۔ کلیسیاؤں کے لئے طاقت اور اختیار کا منبع مشن ہی ہے نہ کہ کلیسیا۔ الغرض ہندوستانی کلیسیائیں دراصل مشن کلیسیائیں ہیں۔ اور کلیسیاؤں کا پاسٹر بھی دراصل مشن پاسٹر ہے نہ کہ کلیسیا کا پاسٹر

انسان کی قدر و قیمت

گرانی کے ان ایام میں جبکہ ہم کچھ خریدتے ہیں تو بعض اوقات دُگنا تگنا بلکہ چوگنا دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ آجکل قلت اشیا کی وجہ سے قیمت اشیا میں بہت ہی اضافہ ہو گیا ہے۔ اشیا کی موجودہ قدر و قیمت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنے کے مجاز ہوتے ہیں کہ انسان کی اصل قیمت کیا ہے؟ دانا آدمی کسی چیز کے خریدنے میں دھوکا نہیں کھاتا۔ خداوند یسوع مسیح جو بیحد دانا ہے وہ انسان کی اصل قدر و قیمت کو بخوبی جانتا ہے۔ حالانکہ ہم اپنی قدر و قیمت کو بخوبی پہچان نہیں سکتے۔ اور جب اُس نے انسان کو اپنا ہی خون دیکر خرید لیا تو اس نے اس سودے میں دھوکا نہیں کھایا۔ دنیا خود اس کے ذریعہ سے بنی۔ اُسی کے ساری چیزیں قایم رہتی ہیں۔ جس پر بھی خداوند مسیح نے ہمارے لئے اپنی جان دیدی۔ ہم اپنی جان کی قیمت اس سے بڑھ کر نہیں لگا سکتے۔ کہ خدا کے بیٹے نے ہمارے لئے اپنا آپ مصلوب کر دیا۔ ہم قیمت سے ہی خریدے گئے ہیں۔ اور جو قیمت ادا کی گئی ہے وہ خدا کا بیٹا خود ہے۔ ہماری روحوں کی یہ خرید و فروخت دنیا کے تمام معاملات میں سے بڑھکر ہے۔ یہی انسان کی قدر و قیمت ہے۔ کاشکہ خدا کی روح ہماری مدد کرے کہ ہم اپنی روحوں کی وہی قدر و قیمت جانیں جو خدا سمجھتا ہے۔

برازیل

برازیل جس نے حال ہی میں جرمن کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا ہے جنوبی امریکہ میں سب سے زیادہ آباد ملک ہے لہذا جنگ کے لئے وہاں سے لوگ بڑی تعداد میں تیار کئے جا سکتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کے محکمہ جہازرانی بھی خاطرخواہ اور خوب مسلح اور فن جنگ کا ماہر ہے اسی طرح جنوبی اٹلانٹک میں وہ جرمن بحری لٹیروں اور آبدوز کشتیوں کا بخوبی مقابلہ کر سکتا ہے۔ مزید برآں برازیل دنیا کے سب سے بڑے ماخذات اشیائے خوردنی میں سے ایک ہے۔ اب چونکہ وہ بھی جنگ میں شریک ہے تو ضرور یورپ کی تمام اتحادی قوموں کو خوراک بہم پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑے گا۔ یہ ذریعہ بھی ہمارے اتحادیوں کے لئے نہایت ہی اطمینان بخش اور مسرت آمیز ہے۔

جرمن کی برقی تار والی کشتیاں

انگریزی امیر البحر نے حال ہی میں بیان کیا ہے کہ بلجیم کے ساحل پر ایسی جرمن کشتیاں موجود ہیں جو برقی تار کے ذریعہ سے چلائی جاتی ہیں۔ مٹی کے تیل کے ذریعہ سے یہ کشتیاں چلتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں ۳۰۰ سے ۵۰۰ پونڈ تک بھک سے اُڑ جانے والی چیزیں لادی جاتی ہیں۔ جب ان کشتیوں کا انجن چلتا ہے تو عملہ کشتی اُتر جاتے ہیں جو بحری ہوائی جہاز ان کے ہمراہ ہوتے ہیں وہ ساحل پر کام کرنے والے کو آگے بڑھنے کے لئے ہدایات اخباروں میں بھیجتے ہیں۔ یہ کشتیاں اپنا ابتدائی کام کر کے وہ بھک سے اُڑ جانے والا مادہ چھوڑنے لگتی ہے۔ اسی قسم کی ایک کشتی سنہ ۱۹۱۵ء میں تجرباتی جہاز ویرنن کے ساتھ بھی استعمال کیا گیا تھا۔

آسٹریلیا کی فوجی طاقت

آسٹریلیا کے پریذیڈنٹ مسٹر ہیوز نے حال ہی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ان ایام میں والنٹیری کے سلسلہ نے بہت اچھا عمل کیا مگر وہ اب قومی محافظت کے لئے غیر مکتفی ثابت ہوا ہے۔ موجودہ حالت اس امر کی بدو مقتضی ہے کہ آسٹریلیا موثرانہ طاقت کے ساتھ اپنے ڈویژنوں کو قایم رکھیگا۔ جو لوگ طبی قاعدوں کے مطابق فوجی خدمات کے لایق نہیں ہیں۔ ان کو فیاضانہ رعائتیں دے کر اور جو لوگ دشمن کے سلسلہ نسل و پیدائش سے متعلق ہیں ان کو خارج کر کے ۲۰ سے ۴۴ برس کی عمر تک کے ۱۵۰۰۰۰ آدمی اور ۱۸ سے ۲۰ تک کی عمر کے ۴۵۰۰۰ آدمی جنگی قابلیت کے آدمی موجود ہیں

ہوم رول اور اُس کی حقیقت پر مسٹر وہیبل کا لکچر

۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء کو ۴ بجے شام کے وقت

اسلامیہ سکول لودیانہ میں مسٹر دیسرم پال بی اے کا ہوم رول اور اس کی حقیقت کے متعلق لیکچر ہوا۔ مجمع تین ہزار کے قریب تھا جس میں مسلمان ہندو عیسائی اور سکھ سب ہی قسم کے اصحاب موجود تھے۔ آپ نے ہوم رول، سلف گورنمنٹ اور ڈیماکریسی کی تعریف کرتے ہوئے اصولاً اس کی تائید کی مگر ہوم رول کی جو سکیم کانگریس اور مسلم لیگ نے لکھنؤ میں پاس کی تھی اس کے مختلف نقائص ظاہر کرتے آپ نے بتایا کہ اس سکیم کا نام ہوم رول سکیم رکھنا ہی غلط ہے۔ بلکہ یہ صاف اور صریح معنوں میں ہندو رول کی سکیم ہے جس سے ہندوؤں کے سوا سے باقی تمام چھوٹی جماعتوں کو عموماً اور عیسائی اور مسلمانوں کو خصوصاً سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ بنا بریں یہ سکیم مسلمانوں اور عیسائیوں کے حق میں زہر قاتل ہے۔ ہم اصولاً ہوم رول کے حق میں ہیں مگر ہم موجودہ سکیم جس کا صحیح نام ہندو رول کی سکیم رکھنا چاہئے۔ کی طرف منہ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ لیکچر کے بعد اس سکیم کی مخالفت میں اتفاق رائے سے رزولیوشن پاس کیا گیا جس کی ایک ایک کاپی جناب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب اور جناب کمشنر صاحب جالندھر اور جناب ڈپٹی کمشنر صاحب لودیانہ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ رزولیوشن کے پاس کرنے والے رؤسا شہر آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنر صاحبان تھے۔

فضا یا کرہ ہوائیہ کا فائدہ اور خوبصورتی جب ہم اس فطرتی دنیا کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کی ہر شے میں خوبصورتی اور فائدہ ہونے کی باہمی آمیزش ہے۔ اور یہ آمیزش خدا کی قدرت اور سطوت اور بندگی کا اظہار کرتی ہے منجملہ دیگر امور کے اگر ہم صرف کرہ ہوائیہ کا مختصر سا مطالعہ کریں تو ظاہر ہو جائے گا کہ زبور نویس کا یہ مقولہ کیسا سچا ہے۔ کہ آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں۔ اور فضا اس کی دستکاری دکھلاتی ہے، چنانچہ ایک مشہور و معروف عالم شخص اپنی کتاب "اٹماسفیر" یعنی "فضا" میں فضا یا کرہ ہوائیہ کی بابت ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ زندگی اور موت ہوا میں یکساں ہیں۔ اور گاسی ذرات باہم تبادلہ کے ذریعہ سے زندگی اور موت یکے بعد دیگرے منتج ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ آکسیجن کا ذرہ جو پرانے بلوط کے درخت سے خارج ہوتا ہے۔ وہ ایک شیرخوار بچے کے پھیپھڑوں میں چلا جاتا ہے۔ اور بستر مرگ پر کے آدمی کی سانس کا آخری دم کسی پھول کی رخشاں پنکھڑی کی پرورش کا کام دیتا ہے۔ باد نسیم جو گھاس کی نازک ریشوں پر لاڈ پیار سے چلتی ہے وہ رفتہ رفتہ باد صرصر اور آندھی بن جاتی ہے۔ جس سے یوکلپٹس کے بڑے بڑے درخت بیخ و بن سے اکھڑ جاتے ہیں۔ اور جب اس کا یہ زندگی بخش دور جاری رہتا ہے تو یہ مختلف رنگوں کی عظیم الشان دنیا کی لیباریٹری ہے۔ جس میں موسم گرما کے نہایت ہی درخشاں آفتاب سے کر ان پرچھائیوں تک جو گنجان جنگل پر پردہ کی طرح پڑی رہتی ہیں ہمارے اس سیارہ کی سطح کو منور اور روشن کرتی ہے۔ اس خوشنمائی کے لئے ہم رنگیلوں آسمان کی دلکش نیلاہٹ اور غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی چمک دمک کا احسانمند اور ممنون ہونا پڑتا ہے۔

امریکی اخبار ہیرلڈ اینڈ پریسبٹر راوی ہے کہ برلن (دارالخلافہ جرمنی) کا پاسٹر فلیتی جرمن پر عائد شدہ الزامات کے جواب میں کہتا ہے کہ جس طرح سے قادر مطلق خدا نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا تاکہ چھٹکارے کا کام پورا ہو۔ اسی طرح جرمن کی قسمت ہو چکی ہے کہ وہ انسانیت کو بچانے کے لئے انسانیت کو قربان کرے۔ ضرور ہے کہ خون کے ذریعہ سے آگ کے ذریعہ سے اور تلوار کے ذریعہ سے انسانیت بچائی جائے جرمن کی الٰہی رسالت یہ ہے کہ وہ انسانیت کو صلیب پر کھینچے۔ لہٰذا جرمن سپاہیوں کا فرض ہے کہ وہ بے رحمی سے ماریں۔ چاہئے کہ وہ قتل کریں آگ سے جلا ڈالیں اور برباد و ہلاک کریں۔ اس میں کوتاہی کرنا بیدینی ہوگی۔ ضرور ہے کہ جنگ بے رحم اور ترسی کی ہو۔

لیکن کیا یہ مماثلت در اصل مماثلت ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خداوند مسیح نے گنہگاروں کو مصلوب نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اپنے آپ ہی کو گنہگاروں کے عوض میں قربان اور مصلوب کر دیا۔ مماثلت کے لحاظ سے چاہئے تھا کہ جرمن دنیا کے لئے اپنے آپ کو قربان کرے۔ نہ کہ اپنے ہی لئے دنیا کو ہلاک اور قتل کرے اور آگ سے جلائے۔

سرچشمہ مذاہب کی پیمائش مصنفہ پادری میکلین صاحب پاسٹر سینڈی چرچ۔ در جواب سرچشمہ مذاہب مصنفہ بابو گنگا پرشاد صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس یہ کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو جناب پادری صاحب مذکورۃ الصدر کے قلم حقیقت رقم سے نورافشاں میں مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں۔ پادری صاحب نے اپنی گہری اور وسیع عالمانہ تحقیقات سے سرچشمہ مذاہب کی وہ پیمائش کی ہے کہ ایک انچ بھر بھی جگہ بغیر پیمائش نہیں چھوڑی اور ثابت کر دیا ہے کہ بابو صاحب کی ساری عمارت ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل ناپائیدار اور ناقابل بھروسہ ہے قیمت ۳ ریا ۲ ہے

(نامہ نگار اپنی رایوں کے آپ ذمہ وار ہیں۔ اڈیٹر)

گناہ مسیحی نکتۂ خیال سے

گزشتہ سے پیوستہ

بیشک خدا ہم کو فعل مختار پیدا کرنے سے اجتناب کر سکتا تھا لیکن اس صورت میں ہم انسان نہیں ہو سکتے تھے۔ یا تو ہم شل کل کے بنائے جا سکتے تھے یا جانور۔

(۲) دوسرا امر جس پر مختصر بحث کرنا چاہتے ہیں وہ گناہ کی تاثیر یا اس کا عام ہونا ہے۔ چنانچہ جہانتک انسان اپنے ذاتی افعال پر نگاہ کرتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ گنہگار ہے۔ اور وہ اپنے کو قولاً خیالاً و فعلاً تینوں طرح سے گنہگار پاتا ہے۔ ہماری روزمرہ کی زندگی اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ جھوٹ۔ فریب۔ غصہ۔ شہوت ناجائز۔ چوری۔ لالچ۔ حسد۔ کینہ۔ دشمنی۔ قتل وغیرہ وغیرہ انسان کی زندگی میں روزمرہ عمل میں آتے رہتے ہیں۔ بیشک ہر انسان اپنی گنہگاری میں مساوی نہیں ہے۔ تاہم کوئی شخص کم و بیش ان سے مستثنےٰ پایا نہیں جاتا۔ (۱) پھر نہ صرف زمانہ حال کے انسانوں کے افعال گناہ آلودہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ گزشتہ زمانہ کے انسانوں کے افعال بھی اس امر پر شہادت دیتے ہیں۔ جہانتک کہ گزرے ہوئے زمانہ کے تواریخی حالات انسانوں کی نسبت ہم تک پہونچے ہیں۔ عموماً ان کی زندگیوں کے کارنامہ اُن کی گنہگاری کو صاف طور پر پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان گنہگار ہیں (۲) نہ صرف عام انسانوں اور چند شخصوں کی نسبت یہ گنہگاری ظاہر ہے۔ بلکہ خدا کے نبیوں کی نسبت بھی یہ امر راست ٹھہرتا ہے۔ کہ اُن سے بھی گناہ وقتاً فوقتاً سرزد ہوا کئے ہیں۔ خدا کے پاک کلام کی چند آیتیں اس امر کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔ زبور ۱۴۳۔۲ میں لکھا ہے۔ اپنے بندے کو اپنے ساتھ عدالت میں نہ لا۔ کیونکہ انسان جیتی جان تیرے حضور راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ پھر خط رومیوں ۳۔۹ کوئی راستباز نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ کوئی سمجھدار نہیں۔ کوئی خدا کا طالب نہیں (۴) نہ صرف ہماری گنہگاری خدا کی شریعت اخلاقی کی عدول حکمی کے متعلق راست ٹھہرتی ہے۔ بلکہ خدا کی محبت کی شریعت کی عدول حکمی کی نسبت بالکل راست ٹھہرتی ہے۔ جیسا خداوند مسیح نے فرمایا۔ کہ تو اپنے خداوند خدا کو اپنے سارے دل اور ساری عقل اور ساری جان اور سارے زور سے پیار کر۔ اور اپنے پڑوسی کو ایسا جیسا اپنے کو پیار کرتا ہے۔ اب اگر اس پیمانہ سے کوئی انسان اپنے کو جانچے تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ اس پیمانہ سے بنی آدم بہت ہی گرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (۵) جب انسان کی گنہگاری عام ثابت ہوتی ہے تو نتیجتہً یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ گناہ انسان کی طبیعت ثانی بن گیا ہے۔ چنانچہ ہماری پہلی دلیل بچوں کی زندگی کے حالات پر مبنی ہے۔ کتنے بچے اپنے بچپن ہی سے بدی اور کینہ اور فریب کے کام کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر بچے ابتدائی پیدائش سے گنہگار نہ ہوتے۔ بلکہ صرف بد نمونہ اور بُری تعلیم سے خراب ہو جاتے تو اس کا کیا سبب ہے کہ جن بچوں نے بُرا نمونہ کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی بد تعلیم پائی ان میں سے کئی بہت سے لڑکے نہایت خراب نکلتے ہیں۔ اور پھر کتنے بچے اس قسم کے بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ اچھے نمونہ اور تعلیم کی حالت میں بھی اچھے نہیں بنتے۔ علاوہ اس کے نیک شخصوں کی صحبت و تعلیم میں رہ کر بھی پورے اور کامل طور پر نیک و پاک نہیں بنتے اور نہ ہی رہتے ہیں۔

(۶) پھر نیکی کرنی ہمیشہ مشکل اور بدی کرنا ہمیشہ نہ صرف آسان ہی ہے۔ بلکہ مرغوب طبع ہوتی ہے۔ اگر بدی کی ترقی چاہیں تو صرف اُس کو بڑھنے دینا کافی ہے۔ لیکن اگر ہم نیکی کی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو بے انتہا تکلیف اور جد و جہد کرنا پڑتا ہے۔ پس اگر گناہ آدمی کی طبعی خرابی نہ ہوتی تو کیوں اس قدر وقت و مشکل اُٹھانا پڑتی ہے۔ پھر اگر کوئی عمدہ دستور اور خیال جاری کرنا پڑتا ہے تو عموماً اُس کی کس قدر مخالفت کی جاتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی اُس کے جاری کرنے میں دولت و آرام و جان تک کھونا پڑتی ہے۔ چنانچہ عام طور پر یہ بات معلوم ہے کہ دنیا میں اصلاح کرنے والوں کو کس قدر مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۷) اگرچہ جملہ مذاہب اس امر کے مقر ہیں کہ انسان کو خدا نے اپنے ساتھ صحبت رکھنے اور اپنے احکام بجا لانے کے لئے پیدا کیا۔ اور اس لئے اُس کی طبیعت میں کم و بیش خدا کے ساتھ صحبت رکھنے اور تابعدار ہونے کا میلان رکھا گیا تھا جس کو مسیحی اصطلاح میں انسان کو خدا کی صورت پر پیدا ہوا بتلایا گیا ہے۔ مگر پھر بھی باوجود اس کے انسان میں خدا کے ساتھ صحبت رکھنے اور اس سے محبت رکھنے کا خیال کسقدر گرا ہوا نظر آتا ہے۔ اور بالعوض اس کے خدا سے بے فکری اور جدائی اور بے خوفی غالب آگئی ہے۔ اور اس لئے خدا کے ساتھ قربت رکھنی اور محبت و فرمانبرداری کرنی کس قدر مشکل کام ہو گیا ہے۔

آخری امر کیا گناہ سے چھٹکارا پانے اور اُس کی سزا سے معافی پانے کی کوئی امید ہو سکتی ہے اس سوال کے جواب میں وہ مذاہب جو محض نیک اعمال کرنے ہی سے انسان کو نجات دلسکتی ہے

وہ ہم کو محض ناامیدی کی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی اگر نیک اعمال ہی سے نجات ہونا ممکن ہوتی تو دنیا میں ہم کو ہزاروں لاکھوں انسان اس قسم کے ملتے جن کی زندگی پاک ہوتی۔ اور گناہ سے خلاصی پا جاتے۔ مگر پھر بھی ایک دقت باقی رہتی کہ کامل اور پاک ہونے سے پہلے جو گناہ انسانوں نے کئے تھے اُن کی معافی کیونکر ہو سکتی تھی۔ مگر چونکہ ایسے انسان ہم کو نظر نہیں آتے جو گناہ سے کامل طور پر پاک و صاف ہو گئے ہوں۔ لہذا جو مذہب ہم کو نیک اعمال سے نجات حاصل کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ وہ ہم کو محض ناامیدی کی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ انسانوں کو اُن کے گنہگار ہو جانے کی حالت میں بھی ایسے کام کرنے کی تعلیم دیتے ہیں جن کا پورے طور پر بجا لانا نیک کاموں کی بنیاد پر امر محال ہو گیا ہے۔ ایسی تعلیم دینے والے گویا انسانوں سے یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ تم بیماری کے بچھونے پر پڑے ہوئے کروٹ لینے کے لائق نہیں ہو۔ پر اٹھ کر چلو اور کھڑے ہو۔ اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہو۔ مگر ایک دوست دریا کے کنارے پر کھڑا ہو کے ڈوبتے ہوئے دوست سے کہہ رہا ہے کہ بھائی میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ تم اس طرح سے ہاتھ چلاؤ۔ اور اس طرح سے پیر چلاؤ۔ اور تیر کر ڈوبنے سے بچ جاؤ۔ مگر وہ کہتا ہے کہ بھائی نہ مجھ میں طاقت باقی ہے کہ ہاتھ پاؤں چلاؤں۔ اور نہ میں تیرنے کے ہنر سے واقف کار ہوں۔ آپ اگر میری مدد کر سکتے ہیں تو مجھے ہاتھ پکڑ کر نکال لیجئے۔ دوست کہتا ہے کہ میں یہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ بیچارہ اسی کشمکش میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس یہی حال ہے ان ہادیوں کا جو کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرو۔ اور نیک اعمال کرو تو تم بچ جاؤ گے۔ مگر گنہگار کہتا ہے کہ میں گناہ میں ڈوب رہا ہوں۔ مجھ سے شریعت مانی نہیں جاتی ہے۔ مجھے اس گناہ کی قید سے کون رہائی دیگا۔ پھر اس ڈوبتے ہوئے شخص کے پاس ایک اور شخص آتا ہے جو حقیقی دوست ہے۔ اور اُس پر ترس کھا کر دریا میں کود کر ڈوبتے ہوئے کے پاس جاتا اور اُس سے کہتا ہے کہ اے بھائی اپنا ہاتھ مجھے دے۔ میں تجھے نکالونگا۔ اور وہ اپنا ہاتھ دیتا ہے۔ اور بچ جاتا ہے۔ اور یہ خداوند مسیح ہے۔ جو اس لئے آیا کہ گنہگاروں کو بچاوے۔ کیا آپ کے نزدیک خدا کی شان و محبت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے مخلوق کو اُن کی لاچاری کی حالت میں۔ جو کام محض شریعت سے نہیں ہو سکتا تھا اُس کی بجا آوری کے لئے ایک ایسی راہ نکالے جو محبت پر مبنی ہو۔ اور محبت کی راہ سے اُن کو تحریک دیکر شریعت کا ماننا آسان کر دے۔ اور اس طور پر انسان کو گناہ اور اُس کی سزا سے بچا دے۔

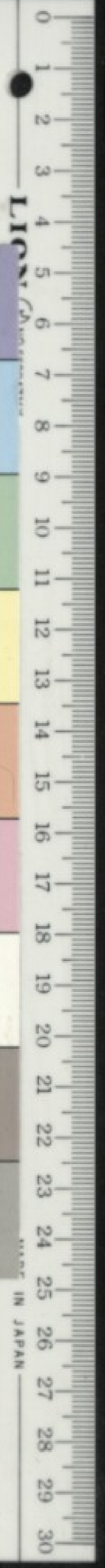
راقم۔ پادری جے۔ مکالین۔ مین پوری۔

ایک شاندار مسیحی میلہ

(جے۔ آر۔ رائے صاحب جرنلسٹ۔ لاہوری)

شاید بعض لوگوں کو مضمون ہذا کا عنوان نامناسب یا غلط فہمی پیدا کرنے والا معلوم ہو۔ لیکن ہم ایمان اور یقین کے پورے زور سے تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے لئے اس سے بہتر عنوان سمجھ میں نہیں آیا۔

سیالکوٹ میں جو ایک شاندار مسیحی میلہ کئی برسوں سے مسلسل سالانہ باقاعدگی کیساتھ منعقد ہوتا چلا آیا ہے۔ ہم نے اس کا ذکر بارہا سنا احباب نے بزور سفارش کی کہ ضرور اس میں شامل ہو کر مستفید ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ستمبر گذشتہ کے آخری ایام میں ہم اپنے کام کے تعلق میں وہاں پہنچے اور آخری وقت میں یعنی خاتمہ تک وہاں رہے۔ قریب قریب ساری کیفیت دیکھی۔ اور اب اپنا خیال ہدیہ کرتے ہیں گو یہ ایک ماہ کا واقعہ ہے۔ مگر ہم عدیم الفرصت ہیں۔ اس سے پہلے رجوع نہ ہو سکے۔ کونونشن انگریزی لفظ ہے۔ مگر پنجاب کے مسیحیوں نے جو انگریزی سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔ اسے اپنی زبان میں اس طرح دھر گھسیٹا جیسے اور درجنوں ولایتی الفاظ ہماری غریب زبان پر اپنا تسلط قایم کر چکے ہیں۔ عوام کے نزدیک سیالکوٹ کونونشن سے مراد وہ مجمع ہے۔ جہاں پر دور و نزدیک کے ہزار دو ہزار عیسائی ایک ہفتہ کے لئے اکٹھے ہوتے اور جوش انگیز وعظ سنتے ہیں۔ اور صبح سے لیکر رات تک کسی نہ کسی قسم کی دینی ورزش میں معروف رہتے ہیں۔ کیا اس میلہ میں کوئی روحانی فایدہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب بلا شبہ یہ ہے۔ کہ ہاں ہوتا ہے۔ خدا ترس و دیندار آدمی کے دل پر زبردست گانے اور کسی نہ کسی موثر وعظ کی تقریر کا ضرور اثر ہوتا ہے۔ اور بعض وقت بے دین اور بے پروا آدمی بھی ایسے موقعہ کی خاص شان سے روحانی اثر حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ سوشل فایدے بھی ہیں۔ ہم پنجاب یا دیگر صوبوں کے مسیحی بھائیوں سے ملاقات پیدا کرنے کا عمدہ موقعہ پاتے ہیں۔ اس طرح آپس کے میل جول سے باہمدگر بہت فایدہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا جو عیسائی قوم کی بہتری سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ خیال بھی ہے کہ سیالکوٹ کی کونونشن سے اگر بعضوں کو اور کوئی روحانی فایدہ نہ ہوا ہو تو بلاشبہ انہیں ایک بڑا بھاری سوشل اور اخلاقی فایدہ ضرور ہوا ہے۔ اور اس سے بالواسطہ روحانی فایدہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کئی نوجوانوں کو وہاں پر جانے سے



شادی کرنے کی جلد فکر ہو گئی۔ اور اُن کے گھر اب آباد ہیں راقم ایسے کئی آدمیوں سے واقف ہے جنہوں نے خوشی خوشی اس امر کا اعتراف کیا کہ اگر وہ سیالکوٹ نہ جاتے تو جانے کتنے عرصہ تک شادی کی خواہش پیدا نہ ہوتی۔ آسٹریلیا روس جرمنی سپاہیہ اور سویڈن ناروے میں بعض بیٹے خاص اسی مقصد سے ہوتے ہیں کہ نوجوان شادی کرنے کا بندوبست کرنے کا عمدہ موقعہ پائیں۔ اس وجہ سے سیالکوٹ کی کنونشن کا سوشل پہلو اس کے اخلاقی اور روحانی پہلو سے کسی طرح کم نہیں سمجھنا چاہیئے۔

اب کے بارشوں کے سبب سے لوگ اس کثرت سے نہ آئے تھے۔ جیسے کہتے ہیں کہ پچھلے سالوں میں آیا کرتے تھے۔ بارش کی خوفناک جھڑی پنجاب اور ہندوستان میں یکساں تھی۔ اس سے بہت لوگوں کے گھر گر گئے۔ وہ بڑے سے خیمے تھے۔ ایک تو جلسہ کے لئے اور ایک کھانے کے لئے۔ اول الذکر بہت بھاری تھا۔ جہاں ڈیڑھ ہزار کے قریب آدمی بآسانی بیٹھ سکتے ہیں۔ باقی بیسیوں چھوٹے خیمے رہنے کے لئے تھے۔ علاوہ ازیں لڑکوں کا بورڈنگ ہوس۔ کوٹھی۔ اسکاچ ہسپتال بھی مہمانوں کے لئے مخصوص تھے۔ استریوں کے لئے لڑکوں کا بورڈنگ تھا۔ کھانے کے خیمہ میں کئی سو آدمیوں کی سمائی تھی۔ ٹاٹ بچھا ہوا تھا۔ اور لکڑی کے تختے فٹ فٹ اونچے پائیوں پر نصب تھے۔ جو کھانے کی میزوں کا کام دیتے تھے۔ سب فرش پر بیٹھ جاتے تھے۔ کالے گورے کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ ہندوستانی اور انگریزی ہر دو قسم کی اشیاء تھیں۔ گو کافی نہ تھیں جن کے دام مقرر تھے۔ پروسنے کے لئے نوکر تھے۔ انگریزی۔ ہندوستانی ایک جگہ برادرانہ طریقہ سے بیٹھ جاتے۔ تکلف کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ بلکہ بہت سی میمیں اور مس

صاحبات خود ہی کھانے کی پلیٹوں میں کھانا ڈال کر لے جاتیں۔ اور فرش پر بیٹھ کر کھالیتیں۔ انگریزوں میں مشنریوں اور اُن کی میموں اور مس صاحبات کے سوا چھاؤنی کے گورے بھی تھے۔ جو ایک سے زیادہ مرتبہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھا گئے۔ کانٹے چھریاں تو تھیں مگر اتنے مجمع کے لئے بہم پہنچانا محال تھا۔ اس لئے انگریز اکثر ہاتھ سے چاول۔ روٹی۔ اور دیگر چیزیں کھالیا کرتے۔ کنونشن کا یہ پہلو نہایت سبق آموز اور غور طلب ہے۔ جمہوریت اور مساوات اس کے سوا شاید اور کہیں نظر نہیں آئے گی۔ اگر ایک طرف کوئی دیہاتی مناد۔ یا مزدوری سے پیٹ بھرنے والا غریب عیسائی تھا۔ تو دوسری طرف ایک صاحب بہادر بیٹھے بے تکلفی اور فخر کو بالائے طاق رکھ کر خوب تن کر کھانے میں مصروف تھے۔

ایک دل لگی یہ دیکھنے میں آئی کہ دیہاتی عیسائی کانٹے چھری اور چمچے سے کھانے کے نئے اور وقت طلب تجربے میں مصروف پائے گئے۔ اور اُدھر غیر ملکی چھری کانٹے سے کھانے والے انگلیوں سے بے تکلفی سے کام لے رہے تھے۔ اشیائے خوردنی کے دام ٹکٹوں کے وسیلہ سے دیئے جاتے تھے۔ جن کے فروخت کرنے کے لئے الگ انتظام تھا۔ مسٹر حمپرس صاحب اور ڈاکٹر گارڈن صاحب گویا خانساماں تھے۔ اور اُن کی مدد کے لئے چند ہندوستانی اصحاب بھی تھے۔ کھانے کا انتظام کرنے والی کمیٹی نے اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ ایسے مجمع میں سب کے لئے ہر مذاق کی خوراک بہم پہنچانا آسان کام نہیں ہے۔ جبکہ روپیہ کی بڑی بھاری مشکل درپیش ہو۔ تو بھی کمیٹی کا کام مبارکباد اور تحسین کے قابل ہے۔ مسافروں کی سہولیت کے لئے کئی قسم کے انتظام تھے۔ ایک تو

بار برداری کا محکمہ تھا جس کے انچارج ماسٹر فضل الٰہی صاحب بی۔ اے جہلم۔ اور پادری ولیم صاحب صاحب راولپنڈی تھے۔ تانگوں گاڑیوں کا انتظام ڈاک کی تقسیم آنے والوں کے نام درج رجسٹر کرنا اور نیز ہر قسم کے معاملات میں مہمانوں کی دستگیری کرنا اس محکمہ کا بڑا اور نازک کام تھا۔ اور ان صاحبوں کے قابل تعریف صبر اور استقلال سے اپنے اہم اور پریشانی پیدا کرنے والے فرائض کو انجام دے کر سرخروئی حاصل کی خیموں۔ چارپائیوں وغیرہ رہنے سہنے کی ضروریات کا اہتمام چند اور صاحبوں کے سپرد تھا جن میں سب سے نمایاں ماسٹر شند داس صاحب انسپکٹر مدارس سرگودہ تھے۔ وہ ڈیوٹی کے کام میں آپ بہت ہوشیار ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر آپ کا یوپی مشن سے تعلق قطع ہو جائے تو پھر مجمع کی رہائش کے انتظام میں چاہے وہ سمر اسکول کے متعلق ہو یا کسی اور میلہ کے۔ بڑی دقت واقعہ ہو۔ مگر سیالکوٹ کی کنونشن میں مسافروں کی رہائش کی سہولیت بڑی حد تک ماسٹر صاحب کی تگ ودو پر موقوف رہی تو اگر چہ مکانل صاحب سیکرٹری ہونے کے باعث ہر قسم کی پریشانیوں کے شکار رہے۔ مگر آپ کے معاون ہیکس ویل صاحب ماسٹر کلیمنٹ اور دیگر مشنری اور ہندوستانی صاحبان تھے۔ کنونشن کی انتظامیہ کمیٹی میں چھ بیس صاحبان پنجاب کے سب مشنوں سے ہیں۔ یو۔ پی مشن۔ اسکاچ مشن۔ چرچ مشن۔ اور امریکن پریسبیٹیرین کے با اثر اصحاب ہندوستانی اور ولایتی دونوں شامل ہیں۔ اس وجہ سے یہ میلہ ایک خاص مشن کا نہیں ہے۔ بلکہ سب کا ہے۔ پشاور اور کراچی اور دیگر مقامات سے بہت لوگ آئے تھے۔ کنونشن میں سب مشنوں کے ولایتی

پادری۔ اور مس صاحبات دور و نزدیک سے آئی تھیں۔ چنانچہ باہر کے لوگ تھوڑے تھے دیہاتی مسیحی عیسائی اور شہروں کے شائستہ اور ذی عزت مسیحی بھی موجود تھے۔ جہلم سے مسٹر اینڈریوز ہیڈ کلارک صاحب ڈپٹی کمشنر معہ اپنی میم صاحب اور لڑکے لڑکی کے تشریف لائے تھے۔ ملتان سے پادری طالب مسیح اور ان کے صاحبزادہ بیرسٹر صاحب۔ لاہور سے پروفیسر مس ڈی میاداس۔ بی۔ اے صاحب۔ اور دیگر کئی اصحاب۔ سرساوا متصل سہارنپور سے پادری ولیم پیپلز صاحب متعلقہ نیشنل مشنری سوسائٹی اتنی دور سے تشریف لے گئے تھے۔

بولنے والوں میں مسٹر ٹامل ڈیوڈ اور پادری استمانک جو ترنکلنڈو کی طرف سے پہنچے تھے۔ اور پادری بھول سے تو لوگ واقف ہی ہیں۔ پادری کلیسی صاحب بپٹسٹ مشن دہلی صدر جلسہ تھے۔ اور کئی مرتبہ درس بھی دیئے۔ مسٹر ٹامل ڈیوڈ صاحب کی تقریر بڑی کھلی اور منہ پھٹ تھی۔ بھائیوں کو چاہے وہ ہندوستانیوں میں ہوں یا مشنریوں میں صاف زبان میں مخاطب کرتے تھے۔ آپ کی تقریر انگریزی زبان میں تھی۔ جس کی ترجمانی بہت مرتبہ ماسٹر مولا بخش بی۔ اے ہیڈ ماسٹر امریکن مشن ہائی اسکول سیالکوٹ۔ اور ماسٹر فضل الٰہی صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر مشن اسکول جہلم کو کرنا پڑی۔ اور ایک سے زیادہ مرتبہ ڈاکٹر گارڈن نے بھی کی۔ ڈیوڈ صاحب زبان سے بولنے کے علاوہ ہاتھوں سے اشارے بھی کرتے۔ اور بسا اوقات جوش میں آ کر چھلانگیں لگاتے اور کئی دفعہ ترجمان کا بازو پکڑ لیتے۔ یا گردن کے گرد اپنے طریق سے ہاتھ ڈال دیتے گویا ترجمان کے حلق سے کھینچتے ہوئے الفاظ ہاتھ کے زور اگلوا رہے ہیں۔ اس وجہ سے ترجمانی کا کام کوئی دل لگی نہ تھی۔ ماسٹر فضل الٰہی صاحب کی ہمت کے آفرین ہے۔ کہ ان تمام مشکلات میں بھی اس نازک کام کو انجام دیا۔ اور مجمع کو ڈیوڈ صاحب کے قابل قدر خیالات سے آگاہ کیا۔ مسٹر مولا بخش صاحب بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کہ ترجمانی صفائی سے کی اور دشواریوں کے باوجود بھی ثابت قدم رہے۔

قصہ کوتاہ سیالکوٹ کا شاندار مسیحی میلہ نہایت کامیاب رہا۔ سب انتظام اچھے تھے۔ سب مسیحیوں کو اس میں عملی دلچسپی ظاہر کر کے اپنی قوم کا بھلا کرنا چاہئے۔

نیاز مند۔ جے۔ آر۔ رائے۔ مرقومہ سہارنپور

ریویو

بر رسالہ

چشمہ مذاہب کی پیمائش

مصنفہ جناب پادری جے۔ مکلین۔ معروف بہ غلام مسیح صاحب۔

آریہ سماج کے نام سے عموماً سب اور خصوصاً مباحثین و مناظرین حضرات یا وہ لوگ جن کو تحقیق مذاہب کا شوق ہے خوب واقف ہیں۔ انہیں کی طرف سے کچھ عرصہ ہوا کہ بابو گنگا پرشاد صاحب ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس ممبر پراونشل سروس ممالک متحدہ آگرہ و اودھ و سابق پروفیسر انگریزی و منطق میرٹھ کالج نے ایک کتاب بنام **چشمہ مذاہب** لکھی تھی۔ جس کی اہمیت کا اندازہ آریوں کے نقطہ نگاہ سے اس سے ہو سکتا ہے کہ بہت جلد اس کا اردو اور سندھی ترجمہ بھی آریوں کی طرف سے ہو کر شائع ہو گیا۔

ہم خود اس کتاب کو ایک سے زیادہ بار پڑھ چکے ہیں۔ اور ہمارا یہ ارادہ تھا کہ ہم خود بابو صاحب کی توجہ ویدوں کی طرف منعطف کرائیں اور ویدوں ہی کی زبان ویدوں کی سرگذشت یا داستان انکو سنائیں۔ کیونکہ بابو صاحب نے جہاں انگریزی مصنفین کے اقتباسات سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ وہاں بلحاظ ویدوں کو نہایت "اُنمادی" کے ساتھ پرے پھینک دیا ہے۔ لیکن جب ہم نے اپنے قبلہ جناب پادری غلام مسیح صاحب کی طبیعت کو اس کے جواب لکھنے کیطرف مائل دیکھا تو ہمیں خیال کہ قبلہ پادری صاحب جو کچھ لکھیں گے یقیناً ہم سے بہتر لکھیں گے خاموش ہو کر جواب کا منتظر ہو بیٹھے۔ جائے شکر ہے کہ قبلہ پادری صاحب کا بے نظیر جواب چھپ کر ہمارے پاس پہونچ گیا ہے۔

قبلہ پادری صاحب نے جس خوش اسلوبی سے یہ جواب لکھا ہے۔ دیکھنے پر منحصر ہے۔ دلائل قاطع براہین ساطع۔ وجہ استدلال معقول۔ سوا خذ مستند۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ سب اچھے ہیں۔ ہمیں کل مسیحیوں سے عموماً اور مباحثین و مناظرین برادران سے خصوصاً یقین ہے۔ کہ اس نادر و لاجواب کتاب کو ہاتھوں ہاتھ مول لینگے۔ جو کم مقدرت صاحبان کو بقیمت تین آنے (۳) اور متوسط الحال صاحبان کو بقیمت چار آنے اور ذی مقدرت صاحبان کو بقیمت پانچ آنے پتہ ذیل سے مل سکتی ہے۔

پادری جے۔ مکلین صاحب پاسٹر
مینپوری چرچ۔ مینپوری۔

بابو صاحب موصوف نے تیرہ سالوں کے ایک طویل عرصہ کے بعد اس کتاب کو شائع کیا ہے (سر چشمہ مذاہب صفحہ ب طبع اوّل) اس پر بھی



آپ تنگی وقت کی شکایت کرتے ہوئے یوں معذرت کرتے ہیں۔ کہ

میری خواہش تھی کہ میں پہلے چار بابوں کو از سرِنو تحریر کروں۔ مگر عدیم الفرصتی کے باعث یہ ممکن نہ ہو سکا۔ اور نہ میں ان پر کچھ زیادہ نظر ثانی کر سکا۔ (سرچشمۂ مذاہب صفحہ ب طبع اوّل)

سچ ہے کہ جس کام کا بیڑا بابو صاحب نے اُٹھایا تھا وہ اُن کے اندازہ و تخمینہ سے بہت ہی زیادہ بلکہ اضعافاً مضاعفہ تھا۔ یہ صرف بابو صاحب ہی پر موقوف نہیں بلکہ اکثر سرسری قلم اُٹھانے والوں کو اسی معذرت کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ اور بجز یاس و ارمان کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

دیگر یہ کہ بابو صاحب اپنے خشک چشمہ کے لبریز کرنے کے لئے مختلف معاونین کے شکرگزار و دست نگر ہیں۔ ویدک تحقیقات کا ایک قطرہ تک اس میں نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ

"جو کچھ مجھے معلوم ہو سکا میں نے اس سے دنیا کے مختلف مذاہب کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے میں آزادی سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ دین محمدی کا دین یہود تک سراغ چلانے میں۔ میں نے زیادہ تر ڈاکٹر ٹسڈل کا تتبع کیا ہے جن کا میں باب اول کے قریب قریب ہر صفحہ کے لئے ممنون ہوں۔ دین عیسوی کا بودھ دھرم کا اثر ثابت کرنے میں میں نے زیادہ تر مسٹر آرسی دت کی کتاب موسومہ قدیم ہند کی تہذیب سے امداد لی ہے۔ لیکن دین یہود کا دین زردشتی تک اور اس کا ویدک دھرم تک سراغ چلانے میں میں نے کسی ایک خاص کتاب پر کم بھروسہ کیا ہے۔ (سرچشمۂ مذاہب صفحہ ج و د طبع اوّل)

یہ ہے بابو صاحب کی آزادی جس سے انہوں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ بابو صاحب کے متعلق ہمارا یہ حسن ظن تھا کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے آپ اُن زبانوں کے ماہر ہوں گے جن کے مذاہب کا آپ مقابلہ کر رہے ہیں۔ لیکن عبارت بالا کو پڑھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی اور بے ساختہ سعدی مرحوم کا یہ مصرعہ منہ سے نکلا ؏

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

تحقیق رس نگاہیں جانتی ہیں کہ جس وتیرہ کو بابو صاحب نے اختیار کیا ہے آزادی نہیں بلکہ ایک کورانہ تقلید ہے جو محققین کے ماتھے پر ایک بدنما داغ بن کر لگتا ہے۔ خیر ہماری بلا سے۔ ہم بھی آگے چل کر انہیں مواخذہ سے بابو صاحب کے سرچشمہ پر ایک ایسا بند لگا دیں گے کہ زندگی بھر بابو صاحب کے ہلائے نہ ہل سکے۔

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"جب ویدک خدا پرستی کثیر التعداد خداؤں کے لئے جگہ خالی کر رہی تھی۔ سپتامہ زردشت پیدا ہوئے جنہوں نے ایک پرمیشور کی پرستش کا پرچار کیا اور بہت سے دیوتاؤں کی پرستش کو معیوب قرار دیا۔ اسی طرح بعدہ جب ویدک دھرم تنزل کرتے کرتے محض بے معنی رسوم کو اندھا دھند طریقہ میں ادا کرنا بن گیا۔ .... گوتم بدھ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنی زور دار آواز زندگی کی پاکی کے حق میں اُٹھائی۔ الخ" (سرچشمہ مذاہب صفحہ ۲ و ۶)

بابو صاحب کا عندیہ یہ ہے کہ وخشور زردشت اور مہاتما بدھ ویدک مصلح و ریفارمر تھے۔ جو محض اس لئے تشریف لائے تھے کہ ویدوں کے مشکلات کا رفو کریں۔ اور ویدک تعلیم میں از سرِنو جان ڈال دیں۔ اور ویدوں کے احکام لوگوں کو سمجھائیں۔ حالانکہ یہ ایک صریح مغالطہ ہے۔ جو بابو صاحب پبلک کو دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بابو صاحب کو پارسی مذہب کی اصلی کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق کم ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے۔ در اصل وخشور زردشت یا پارسی مذہب کے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں وہ سب کے سب آئین (مذہب) مہ آباد (سب سے پہلا آدم و اول پیغمبر) کے مصلح اور متبع تھے اور وید کے مستاصل و شد مخالف۔ چنانچہ نامہ وخشور شائی میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ

"جو پیغمبر ہم بھیجتے ہیں وہ استواری آئین نیک کے واسطے ہیں نہ [illegible] بھٹکنے کے واسطے آئیں۔ آئین آباد کا ہے۔ اور دوسرے پیغمبر اسی آئین پر مبعوث ہوتے ہیں۔ تاکہ اس میں جو کچھ خرابیاں واقعہ ہو گئی ہوں اُسکو درست کریں۔"

پروفیسر دارمس ٹیٹر صاحب جن کے اقتباسات سے بابو صاحب نے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"ان فرقوں نے جن کو ایرانی کہہ سکتے ہیں دیگر آریہ فرقوں سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا لیکن وہ دیگر فرقے ہنوز اپنی پہلی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور انہوں نے ایرانیوں کی بستیوں کو لوٹ مار کی لالچ سے حملوں کے لائق جانا۔ اور یہ دیو مذہب (ہندو) والے مزدہ کے مذہب والوں پر سختی سے حملے کرتے تھے۔ ہم ژند اوستا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ ان حملوں سے بہت لوگ ناخوش ہو کر ایرانی مذہب میں آ جاتے تھے۔ (یسنہ ۱۲) میں دیو کا پوجاری ہونا ترک کرتا ہوں اور اہورہ مزدہ کے پوجاری ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ دیو کا دشمن اور اہورہ کا عابد وغیرہ وغیرہ"

"میں وید کو ترک کرتا ہوں جو شریر۔ خراب۔ شرارت کے بانی۔ نہایت زبون۔ ہلاک کرنیوالے لکھے وجود ہیں"۔

آپ خیال کر سکتے ہیں کہ دونوں فریق میں کس قدر مخالفت اور مباینت ہے۔ پس کون ہے جو کہہ سکے کہ زرتشت ویدوں کے مصلح تھے؟ اسی طرح مہاتما بدھ بھی ویدوں کے کچھ کم مخالف اور معاند نہ تھے۔ اس کا مذہب بالکل ایک نیا مذہب اور ویدوں سے سراسر ایک جداگانہ طریق پر مبنی تھا جس کی نسبت ویدوں کے ساتھ محض تبائن کلی تھا۔ ہم یہاں ایک ایسے شخص کی کتاب سے اقتباس لکھتے ہیں۔ جنکا نام سنتے ہی بابو صاحب کے اور یہاں کل آریہ سماجی صاحبان کے منہ سے آمنّا و صدقنا کی آواز ایک بار نہیں سو بار نکلے جنکی طرف ہمارا اشارہ ہے۔ وہ سوامی دیانند جی مہاراج بانی آریہ سماج ہیں۔ وہ اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے بارھویں باب صفحہ ۴۰۵ میں لکھتے ہیں کہ:۔

(باقی دارد) راقم سلطان محمد پال ہیڈ مولوی۔

ضرورت

بنارس کے قریب بمقام اہورا مشن اپر پرائمری سکول کے لئے ایک ہیڈ مسیحی اکی نورمل پڑھے ہوئے کی ضرورت ہے تنخواہ مبلغ ۲۰ روپیہ ہوگی نقول سندات ۳۰ دسمبر تک مینیجر روڈ الہ آباد کے پتے پر سی۔ ایم۔ ایس سکرٹری سے درخواست کریں۔

اشتہار

تخم ترکاری پھول اور پھل پھول کے پودے مطلوب ہوں تو مسٹر بی سی سین سپرنٹنڈنٹ امپیریل فروٹ گارڈن آفس سہارنپور سے طلب کر سکتے ہیں۔

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودیانہ

قائم شدہ ۱۸۷۰ء

تسلی بخش انتظام

حقیقت کا خلاصہ۔ یہ بورڈنگ عیسائی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کیلئے عرصہ دراز سے جاری ہے۔ مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم اور پائیدار غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۲ء سے عرصہ دو برس پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن لیڈی صاحبہ کی زیرنگرانی کر دی ہیں۔ اس چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ شرح خرچ ماہوار فی طالبعلم للعہ ۲ روپیہ مڈل فی طالبعلم ۳ سرکاری شرح فیس و قیمت کتب و سٹیشنری علاوہ جو طالبعلم برائے حصول تعلیم مشن سکول میں حاضر ہوتے ہیں سکول ہذا میں قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ وغیرہ مناسب قیمت پر تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جن کشیدہ کاری دل کیرم وغیرہ بھی تیار ہو سکتے ہیں کو دو کو دوں فی عدد ۔۔۔ ماہ گنتا لاغہ ۔۔۔ مزید حالات بذریعہ خط و کتابت پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کیلئے جاری ہے۔ اور تقریباً ایک میل شہر سے باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے اسکے متعلق وسیع اور عالیشان بورڈنگ ہوس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے خوش وضع حوض عبادت کے لئے گرجا گھر اور جماعتوں کیلئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ مزید برآں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیمیافتہ ہیں۔ سکول ہذا میں چند مسیحی لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔ المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ
ضلع گورداسپور۔

باغ دل

ایڈیٹر مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب۔

چندہ سالانہ ۸ / اگر ۷ یا زیادہ کاپیاں ایک پتہ پر بھیجی جاویں تو ۶ / فی کاپی ہوگا۔ المشتہر ای ایم ویری ڈی ڈی مینیجر لودیانہ۔

کرسچن بک ڈپو لودیانہ

یہاں ہر قسم کی مسیحی علم و ادب کی کتابیں تمام فروخت ہوتی ہیں جو اردو پنجابی زبانوں میں امریکن ٹریکٹ سوسائٹی پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی اور برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کیطرف سے شائع ہوتی ہے فہرست کتب کیلئے درخواست بھیجو۔ منیجر پادری ای۔ ایم ویری صاحب لودیانہ پنجاب

مخزن مسیحی

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی اور پندرہ تاریخ کو زبان انگریزی اور اردو الہ آباد سے شائع ہوتا ہے اس میں کلیسیائی اور ملکی خبریں کرسچن انڈیا کے مضامین اور سنڈے سکول کے سبق شائع ہوتے ہیں۔ چندہ سالانہ حسب تنخواہ خریداران ۱۲ / سے لیکر ۴ تک۔ نمونہ ایڈیٹر مخزن مسیحی فتحپور ہسوا یوپی سے طلب کر سکتے ہیں۔

دستور العمل نور افشاں

قیمت سالانہ اہل شہر سے بغیر محصول ڈاک عہ
ہندوستان و پنجاب سے " " ے
غیر ممالک سے " " ۱۳ / ۱ر

قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جاویگی۔

شرح اجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سالتمام
کالم کا آٹھواں حصہ	۸	ے	للعہ
چوتھائی کالم	ے	للعہ	عہ
نصف کالم	للعہ	عہ	صہ
پورا کالم	عہ	صہ	۵
پورا صفحہ	صہ	صعہ	۱۰

ہر ایک دفعہ کے لئے فی سطر ۳ / ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا۔

نوٹ۔ نامہ نگار اپنی تحریروں کے آپ ذمہ دار ہیں۔

پادری ای ایم ویری صاحب ڈی ڈی ایڈیٹر و منیجر نور افشاں کے لئے مشن سٹیم پریس لودیانہ میں باہتمام [illegible] پرنٹر چھپا۔